قبائلی علاقہ جات(فاٹا) کا صوبہ خیبرپختونخوا میں انضمام: ایک تاریخی اور تنقیدی جائزہ

ڈاکٹر الطاف اللہ*

ڈاکٹر غلام قاسم مروت**

Abstract

The historic amendment in the constitution of Pakistan in May 2018 has eventually authorized the tribal people to enjoy equal rights and become full citizens of the country by formally declaring the merger of FATA with the contiguous province of Khyber Pakhtunkhwa. The recent amendment in the constitution has really scrapped the antediluvian Frontier Crimes Regulation (FCR) which was governing the FATA. It has been recommended by the previous reform processes that without such drastic change i.e., modifications in the constitution, the long awaited dreams of the tribal people to be the equal citizens of Pakistan could not be materialized in a better way. The recent constitutional amendment has brought significant changes in different provisions of the constitution to attain the aforementioned goals. Consequently, it has shifted the powers of the President and his agent i.e., the Governor of Khyber Pakhtunkhwa, to the Parliament as far as the governance of FATA is concerned. The term "Federally Administered Tribal Areas" has been omitted, all the

* ریسرچ فیلو، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت، قائداعظم یونیورسٹی، اسلام آباد

** صدر نشین، خیبرپختونخوا بورڈ آف ٹیکنیکل ایجوکیشن، حیات آباد، پشاور، اینڈ پروفیسر، ہائیر ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ، گورنمنٹ آف خیبرپختونخوا۔

8 seats for FATA in the upper house have been abolished, 6 seats out of 12 seats for FATA in the lower house have been decreased and the rest of the 6 seats have also been allotted to Khyber Pakhtunkhwa which has increased the National Assembly seats of the province from 39 to 45 and 21 seats in the Provincial Assembly have been added which has increased the assembly seats from 124 to 145. Hence, the present study is an effort to assess the merger of FATA with the province of Khyber Pakhtunkhwa in a critical manner.

تلخیص

مئی۲۰۱۸ء کے آخری دنوں میں قومی اسمبلی، سینٹ اور خیبرپختونخوا صوبائی اسمبلی نے ملک کے دستور میں ترمیم کر کے فاٹا کو خیبر پختونخوا میں ضم کرنے کا اہم کارنامہ سرانجام دیا۔ اس ترمیم کی بدولت سو سال سے زیادہ پرانے اور بدنام زمانہ قانون یعنی فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن (ایف سی آر) کا خاتمہ ہوا جو ماضی میں فاٹا میں رائج تھا۔ اگرچہ آئین میں ترمیم اور فاٹا میں اصلاحات کے حوالے سے ماضی میں بھی بہت سارے اقدامات اٹھائے گئے لیکن ان میں اکثر وبیشتر اقدامات کو عملی جامہ پہنانے میں حکمرانانِ وقت ناموافق حالات اور کئی ایک دوسری وجوہات کی بنا پر ناکامی سے دو چار رہیں۔ آئین میں ترمیم کر کے فاٹا کو ملک کے دوسرے حصوں کے برابر لانا اور اس کو قومی دھارے میں شامل کرنا قبائلی باشندوں کی دیرینہ خواہش تھی۔ فاٹا کے عوام کی اس خواہش کو حکومتی جماعت اور حزب اختلاف سیاسی جماعتوں نے قانونی حیثیت دینے کیلئے ۳۱ویں آئینی ترمیمی مسودے کو کامیابی سے منظور کیا جس کے نتیجے میں نہ صرف کالے قانون یعنی ایف سی آر کا خاتمہ ہوا بلکہ ان علاقوں کو سیاسی، سماجی، قانونی اور انتظامی یکسانیت مل گئی۔ فاٹا کے انتظام و انصرام کا اختیار صدر مملکت اور اس کے نمائندے یعنی گورنر خیبر پختونخوا سے لے کر پارلیمنٹ کے حوالے کر دیا گیا۔ اب قبائلی لوگوں کے منتخب کردہ سیاسی نمائندے قومی اور صوبائی قانون ساز اسمبلی میں اپنے علاقوں سے متعلق قانون سازی کر سکیں گے۔ اس خوش آئند اقدام پر رقم طراز اس تحقیقی مقالے میں فاٹا کے صوبہ خیبرپختونخوا میں انضمام کو تاریخی اور تنقیدی پیرایوں سے پرکھا گیا ہے۔

تعارف

سات قبائلی ایجنسیوں اور چھ سرحدی علاقوں پر مشتمل فاٹا کو قومی دھارے میں لانے کیلئے ماضی میں کئی ایک کوششیں بروئے کار لائی گئیں لیکن ان میں اکثر و بیشتر بوجوہ کامیابی سے ہمکنار نہ ہوسکیں۔ ۱۹۷۶ء میں جنرل ریٹائرڈ نصیر اللہ بابر رپورٹ سامنے آئی جس میں قبائلی علاقوں کو صوبہ خیبر پختونخوا میں شامل کرنے کی تجویز دی گئی تا کہ آنے والے عام انتخابات میں ان علاقوں کو صوبائی اسمبلی میں نمائندگی دی جائے لیکن بدقسمتی سے یہ کاوش ۱۹۷۷ء فوجی آمریت کی نظر ہوگئی۔ ۱۹۹۷ء کے عام انتخابات میں پہلی بار فاٹا میں حق بالغ رائے دہی کی بنیاد پر ووٹ ڈالے گئے بعد ازاں ۲۰۰۶ء میں صاحبزادہ امتیاز احمد رپورٹ منظر عام پر آئی۔ ۲۰۰۸ء میں جسٹس ریٹائرڈ میاں محمد اجمل کی سربراہی میں وضع کردہ رپورٹ نے برطانوی راج کے زمانے سے نافذ کردہ فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن میں ترامیم کی تجویز پیش کی۔۲۰۱۱ء میں صدر آصف علی زرداری نے پولیٹکل پارٹیز ایکٹ ۲۰۰۲ء کو فاٹا تک توسیع دی اور فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن میں خاطرخواہ تبدیلیاں لائیں۔نیشنل ایکشن پلان کی منظوری کے بعد وزیراعظم کے مشیر برائے امور خارجہ سرتاج عزیز کی سربراہی میں نومبر ۲۰۱۵ء میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔ کمیٹی نے وزیراعظم کو ۲۳ اگست ۲۰۱۶ء کو اپنی سفارشات پیش کر دی۔ ۹ ستمبر ۲۰۱۶ء کو سرتاج عزیز نے کمیٹی کی سفارشات کو قومی اسمبلی جبکہ ۲۷ ستمبر کو سینٹ میں پیش کیں۔[۱] اس کمیٹی کی سفارشات ہی موجودہ آئینی ترامیم اور انضمام کی منزل کے حصول کی وجہ ثابت ہوئیں کیونکہ ان ہی تجاویز پر ۲ مارچ ۲۰۱۷ء کو وفاقی کابینہ نے اصلاحات کی منظوری دی[۲] اور ساتھ ساتھ قبائلی علاقہ جات کو صوبہ خیبرپختونخوا میں ضم کرنے کیلئے آئینی ترمیمی بل کو پارلیمنٹ میں پیش کرنے کی منظوری دے دی۔[۳] اس تاریخی ترمیمی مسودے کو ملک کے دونوں ایوانوں یعنی قومی اسمبلی اور سینٹ نے دو تہائی اکثریت سے بالترتیب ۲۴ اور ۲۵ مئی ۲۰۱۸ء کو منظور کیا۔[۴] اس تمہید اور تعارف کے ساتھ اس تحقیقی مقالے میں ان تمام عوامل اور محرکات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے جن کے بدولت پاکستان کے قبائلی علاقہ جات (فاٹا) صوبہ خیبرپختونخوا کا حصہ بنا۔

فاٹا کا خیبر پختونخوا میں انضمام: تاریخی تناظر

یہ امر کسی سے پوشیدہ نہیں کہ قبائلی علاقہ جات ملک کے دوسرے حصوں یا علاقوں کی بہ نسبت ہر حوالے سے پسماندہ ہیں۔ اس کی کئی ایک وجوہات ہو سکتی ہیں لیکن سب سے پہلے تاریخی تناظر کو سامنے لانے کی ضرورت ہے تا کہ قبائلی علاقوں کی پسماندگی، دوری، تنہائی اور ان کو نظرانداز کرنے اور علیحدہ رکھنے کی وجوہات کو گہرائی سے پرکھا جا سکے۔ اگر سلطنت مغلیہ کی انتظام و انصرام کو دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ اس دور میں پورے برصغیر میں سرداری نظام رائج تھا، اس لئے ہر صوبے یاعلاقے کے بااثر شخصیات یا مقامی سپہ سالار مغلیہ سلطنت کے دست و بازو ہوا کرتے تھے جو حکومت کے خلاف کسی بھی قسم کی بغاوت یا حکم عدولی پر حاضر ہو کر لشکرکشی کرتے جس کے عوض انہیں مختلف القابات، خطابات، جاگیروں اور مناصب سے نوازا جاتا تھا۔ یہ سردار بلا چوں و چراں اپنے آقاؤں کو خوش کرنے کی خاطر اپنے قوم و قبیلوں کی خون ریزی قبول کرتے تھے۔ سلطنت مغلیہ کے زوال کے بعد انگریزوں کی آمد ہوئی اور اپنی طاقت کو بڑھانے اور مختلف علاقوں اور لوگوں کو قابو کرنے کیلئے ایک طرف اگر ان سرداروں اور ملکوں سے کام لیتے تھے تو دوسری جانب کچھ ایسے قوانین اور ضابطے وضع کرتے تھے جن کے بل بوتے پر اپنے مخالفین کو دبانے کیلئے استعمال کرتے تھے۔ مثال کے طور پر ۱۸٦۷ء میں Murderous Outrag Regulation کے نام سے ایک قانون بنایا تا کہ قتل مقاتلے پر قابو پانے کیلئے حکومت کے پاس اضافی اختیار ہو۔ اگرچہ بظاہر یہ قانون قتل و غارت کو روکنے کیلئے بنایا گیا لیکن در حقیقت برطانوی حکومتی سرکار اسے اپنے خلاف بغاوت اور سیاسی مخالفین سے نبردآزا ہونے کیلئے استعمال کرتے تھے۔۵

ہندوستان کے شمال مغربی سرحدوں سے وابستہ برطانوی حکومت کی حساسیت ہمیشہ کیلئے برطانوی ہند کی اندرونی اور بیرونی حکمت عملی کا اہم عنصر رہا۔ شمال مغربی سرحد شاید زیادہ غیرمحفوظ علاقہ تھا جو علاقائی طاقتوں مثلاً روس اور چین کی غیرملکی جارحیت کیلئے بے نقاب تھا۔ شمال مغرب کی جانب برطانوی سامراجی توسیع کے عمل کو ہمیشہ تحفظ کے اندیشوں نے

تقویت دی اور دو تہہ فنون لشکر کشی یعنی ’’فارورڈ‘‘ اور ’کلوزڈڈور‘ حکمت عملی نے تسلسل پائی۔ برطانوی سلطنت کی بتدریج توسیعی عمل نے شمال مغربی سرحد کو جنوب مشرق سے شمال مغرب کی طرف دھکیل دیا۔ برطانوی حکومت نے شمال مغربی ہندوستان کے معاشرے اور معیشت کو ہمیشہ تحفظ کے اندیشوں کی رو سے پرکھا۔[۶] اس لیے انگریز سامراج نے پہلی بار ۱۸۷۳ء اور پھر ۱۸۷۷ء میں اس میں (Murderous Outrage Regulation) مزید ترامیم کر کے ’غازی ایکٹ‘ کے نام سے سرحدی پشتون علاقوں میں مؤثر انداز میں لاگو کیا۔ ۱۸۹۳ء میں برطانوی ہند اور افغانستان کے درمیان ڈیورنڈ لائن کھینچنے کے بعد ان قوانین کو ناکافی قرار دیدیا گیا اسلیے انگریز سامراج نے ۱۹۰۱ء میں فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن وضع کر کے سرحدی علاقوں میں نافذ کیا۔ ایف سی آر کے تحت مذکورہ علاقوں کے لوگوں سے اپیل، وکیل اور دلیل کا بنیادی حق چھین لیا گیا خواہ ان کے ساتھ کتنا ہی غیر انسانی رویہ کیوں نہ روا رکھا جاتا مگر مذکورہ بالا تین بنیادی حقوق وہ استعمال نہیں کر سکتے تھے۔ اس طرح دفعہ ۲۱ کے تحت ’’اجتماعی ذمہ داری‘‘ کے شق کی بدولت ملزم کا کوئی بھی رشتہ دار اور قبیلے کے دوسرے لوگ بھی گرفتار کیے جا سکتے تھے۔ مقامی انتظامیہ یعنی پولیٹکل ایجنٹ اور اس کا عملہ لا متناہی اختیارات رکھتے تھے۔ اگرچہ کسی بھی مشکوک ملزم کی چھان بین کیلئے عمائدین کا جرگہ بنایا جاتا تھا مگر اس کی سفارشات کو نظرانداز کر کے مقامی انتظامیہ من مانا فیصلہ سنا سکتا تھا۔ اسی طرح کسی علاقے میں جرم ہونے کی صورت میں پورا علاقہ تلافی کرنے کا پابند ہوتا تھا۔ یہ تمام تر ایسے قوانین تھے جو آئین کے آرٹیکل۸ میں موجود ۲۸ بنیادی انسانی حقوق سے متصادم تھے اور جن کے خلاف دوسرے علاقوں یا صوبوں کے شہری تو عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا سکتے تھیں لیکن قبائلی علاقوں کے لوگوں کو یہ حق حاصل نہیں تھا۔[۷]

فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن کو بلوچستان ہائی کورٹ (شریعت کورٹ بنچ) نے ۱۹۷۹ء میں ایک استحصالی اور غیر اسلامی قانون قرار دیا جس کی پیروی کرتے ہوئے ۲۹ جولائی ۲۰۰۲ء کو لاہور ہائی کورٹ نے بھی اسے غیر قانونی قرار دیا۔ ۱۲ اگست ۲۰۱۱ء کو صدر پاکستان آصف علی زرداری نے اپنے خصوصی اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے دو صدارتی حکمناموں پر

دستخط کرتے ہوئے ایف سی آر میں ترامیم و اصلاحات کا سلسلہ شروع کیا۔ جس کے نتیجے میں نہ صرف پولیٹکل پارٹیز آرڈر ۲۰۰۲ء کا دائرہ فاٹا تک بڑھا دیا گیا بلکہ پولیٹکل ایجنٹ کی من مانیوں کو بھی کم کر دیا۔ کسی بھی ملزم کو ۲۴ گھنٹوں کے اندر اندر متعلقہ مختار کے سامنے پیش کرنے اور کوئی کیس مخصوص مدت میں فیصلہ کرنے کے قواعد لاگو کئے گئے۔ پولیٹکل ایجنٹ کے صوابدیدی فنڈ کو پہلی بار آڈیٹر جنرل کے زیر کر دیا گیا۔ اسی طرح خواتین، ۱۶ سال سے کم عمر والے بچوں اور ۶۵ سال سے زائد عمر قبائیلیوں کو ''اجتماعی ذمہ داری'' کے تحت گرفتار نہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ علاوہ ازیں حکومت کو عوامی جائداد بغیر عوض کے قبضہ کرنے سے روک دیا گیا۔۸ اگست ۲۰۱۱ء کے ان اصلاحات کی بدولت سیاسی جماعتوں کو سرگرمیوں کی اجازت ملی تاہم سکیورٹی صورتحال کی وجہ سے ان پر خاطر خواہ عمل درآمد نہ ہو سکا۔ کیونکہ ۲۰۱۳ء کے عام انتخابات میں قبائلی علاقوں میں محو مہم سیاسی جماعتیں دہشتگردی سے لاحق خطرات کی وجہ سے اس طرح کھل کر سامنے آنے، جلسے جلوس نکالنے اور انتخابی مہم کو کامیاب بنانے میں پست رہیں۔ یہ بات بھی کسی سے پوشیدہ نہیں کہ جب خطے میں بدامنی کی لہر شروع ہوگئی تو سب سے پہلے اور سب سے زیادہ خمیازہ قبائلی باشندوں کو ہی اُٹھانا پڑا کیونکہ فاٹا کے تمام قبائلی ایجنسیوں میں پہلے تو عسکریت پسندوں نے پنجے گاڑے اور پھر اس کی بیخ کنی کیلئے فوجی کارروائیاں ہوئیں جس کی وجہ سے فاٹا کے باشندوں کو دربدری کے عذاب سے گزرنا پڑا جس کے بعد ان علاقوں کو بھی سنجیدگی سے قومی دھارے میں لانے کا فیصلہ کیا گیا اور اس حوالے سے پہلے اعجاز قریشی کی سرابراہی میں کمیٹی تشکیل دی گئی جس نے بڑی عرق ریزی کیساتھ اصلاحاتی رپورٹ تیار کی، اسی رپورٹ کی روشنی میں فاٹا کے مستقبل کے تعین کیلئے سرتاج عزیز کی سربراہی میں ایک اور کمیٹی بنائی گئی جس نے پھر وسیع تر مشاورت کا سلسلہ شروع کیا اور بالآخر فاٹا کو صوبہ خیبرپختونخوا میں ضم کرنے کے حوالے سے اپنی سفارشات تیار کر کے حکومت کو پیش کر دیئے۔ وفاقی کابینہ نے ۲ مارچ ۲۰۱۷ء کو فاٹا اصلاحات کی منظوری دے دی اور تقریباً ۱۰ مہینے بعد یعنی ۱۲ جنوری ۲۰۱۸ء کو مزید پیش رفت کرتے ہوئے فاٹا کا ترمیمی بل بھی منظور کر لیا۔۹

فاٹا کو قومی دھارے میں لانے کیلئے قومی اسمبلی نے ۲۴ مئی ۲۰۱۸ء کو ۳۱ویں آئینی ترمیمی مسودے کو کامیابی سے دوتہائی اکثریت سے منظور کر لیا۔[۱۰] قیام پاکستان کے ۷۱ سال بعد فاٹا کے نام سے جانے پہچانے سرزمین بے آئین کو شناخت مل گئی۔[۱۱] دراصل یہ ایک تاریخی دن تھا جس دن ملک کی پچاس لاکھ آبادی کو حقیقی معنوں میں آزادی ملی۔ یہ شاید ملک کی پارلیمانی تاریخ میں پہلی آئین سازی تھی جس کیلئے حکومت سے زیادہ حزب اختلاف جماعتوں نے دلچسپی کا مظاہرہ کیا۔[۱۲] اس آئینی ترمیم کی بدولت آئین کے کئی ایک شقوں میں ترامیم کی گئی جبکہ بعض شقوں کو حذف کیا گیا۔ اس ترمیم کے تحت قبائلی علاقوں سے متعلق صدر اور گورنر خیبرپختونخوا کے اختیارات اور بدنام زمانہ ایف سی آر کا خاتمہ کر دیا گیا۔ اس طرح آئین سے قبائلی علاقوں کا نام ختم کر دیا گیا اور سپریم کورٹ و ہائی کورٹ کا دائرہ اب خیبر، مہمند، باجوڑ، اورکزئی، کرم، شمالی اور جنوبی وزیرستان کے علاوہ چھ نیم قبائلی علاقوں تک بڑھا دیا گیا۔[۱۳]

قومی اسمبلی میں کامیاب منظوری کے بعد ۳۱ویں ترمیمی مسودے کو سینٹ نے بھی دو تہائی اکثریت سے منظوری دیدی۔[۱۴] اسی طرح خیبرپختونخوا کے صوبائی اسمبلی نے فاٹا انضمام بل کی توثیق کر کے فاٹا کو خیبرپختونخوا میں شامل کرنے کی قانونی ضرورت پوری کر کے نئ تاریخ رقم کی۔ اس بل کی منظوری کے بعد قومی اسمبلی میں فاٹا کی نشستیں ۱۲ سے کم ہو کر ۶ ہو جائیں گے۔ جبکہ خیبرپختونخوا کا قومی اسمبلی میں موجودہ حصہ ۳۹ سے بڑھ کر ۴۵ نشستیں ہو جائیں گی۔ سینٹ میں فاٹا کی ۸ نشستیں ختم ہو جائیں گی اور اس کے ساتھ ہی سینٹ اراکین کی کل تعداد ۱۰۴ سے کم ہو کر ۹۶ ہو جائے گی۔ انضمام کے بعد خیبر پختونخوا اسمبلی میں ۲۱ نشستیں مختص ہو گی جس میں ۱۶ عام نشستیں، ۴ نشستیں خواتین کیلئے جبکہ ایک نشست اقلیتوں کیلئے مختص ہوں گی۔[۱۵]

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو قیام پاکستان کا خواب شرمندہ تعبیر ہوا جبکہ ۲۴ مئی ۲۰۱۸ء کو تکمیل پاکستان کی منزل حاصل کر لی گئی یوں فاٹا کے عوام کی قربانیاں رنگ لے آئیں۔[۱۶] مستقبل میں حکومت اور عوام دونوں کو اس بات کا ادراک ہونا چاہیے کہ ملک کی سالمیت، بقا اور ترقی

کیلئے اس ملک کے ہر گوشہ میں صحت کے بنیادی ضروریات، تعلیم کی فراہمی، روزگار کے مواقع وغیرہ جیسے اہم ضروریات زندگی کو پورا کرنا انتہائی ضروری امر ہے تا کہ ریاست کو حقیقی دوام حاصل ہو اور قبائلی علاقوں میں ایک نئے دور کا آغاز ہو۔ اس سیاق و سباق کیساتھ احمد ندیم قاسمی کے چند اشعار کا حوالہ دینا مناسب ہو گا:

خدا کرے میری ارض پاک پہ اُترے
وہ فصلِ گُل جسے اندیشۂ زوال نہ ہو
خدا کرے میرے اک بھی ہم وطن کے لیے
حیات جرم نہ ہو زندگی وبال نہ ہو[۱۷]

فاٹا کا خیبر پختونخوا میں شامل ہونے سے صوبے کا مجموعی رقبہ وسعت اختیار کر گیا جبکہ نئے اضلاع کی صورت انتظامی ڈھانچہ بھی تبدیل ہو گیا۔ صوبائی حکومت نے صوبے کے پانچ ڈویژنوں کی از سر نو تشکیل کا اعلامیہ جاری کر دیا ہے۔ جس میں خیبر اور مہمند کے اضلاع کو پشاور کا حصہ بنا دیا جائے گا۔ صوبائی حکومت انضمام سے جڑے معاملات کو دیکھنے کیلئے علیحدہ محکمے کے قیام کا عندیہ بھی دے چکی ہے۔ نئے اضلاع کے قیام سے صوبائی انفراسٹرکچر پر دباؤ بڑھے گا اسلئے موجودہ اداروں کو توسیع دینے اور انہیں بہتر خدمات سرانجام دینے کی اشد ضرورت ہو گی۔[۱۸]

فاٹا کا صوبہ خیبرپختونخوا میں انضمام: تنقیدی تناظر

قومی پارلیمنٹ اور متعلقہ صوبائی اسمبلی سے قبائلی علاقوں کے خیبرپختونخوا میں انضمام کے آئینی مسودے کی منظوری سے حکومت اور حزب اختلاف بالآخر وہ معرکہ سر کرنے میں کامیاب ہو گئے جس کا قبائلی عوام پچھلے ۷۰ سال سے انتظار کر رہے تھے۔ اس تاریخی مسودے کی کامیابی کا سہرہ وفاقی اور صوبائی حکومتوں کو جاتا ہے۔ یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں کہ اگر اس سلسلے میں حزب اختلاف سیاسی جماعتوں کا تعاون حاصل نہ ہوتا تو یہ اہم تاریخی کارنامہ دونوں حکومتیں سرانجام نہیں دے سکتی تھیں۔[۱۹] تاہم دو سیاسی جماعتیں یعنی

جمعیت علماء اسلام (ف) اور پختونخوا ملی عوامی پارٹی نے قبائلی علاقوں کے انضمام کی مخالفت کی۔۲۰ جمعیت علماء اسلام کے سربراہ مولانا فضل الرحمٰن بلا شبہ خیبرپختونخوا اور فاٹا میں سیاسی حمایت رکھتے ہیں۔ مولانا صاحب فاٹا کے خیبرپختونخوا میں انضمام کی سخت مخالفت کرتے ہوئے اسے صوبے کا درجہ دینے پر زور دے رہے تھے۔ ان کے مطابق فاٹا کے مستقبل کا فیصلہ قبائلی عوام کو کرنا چاہیے تھا اسلیے وہ ریفرنڈم کی بات پر زور دے رہے تھے۔۲۱ اگر پختونوا ملی عوامی کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اس کا خیبر پختونخوا اور فاٹا دونوں میں سیاسی حمایت نہ ہونے کے برابر ہے۔ فاٹا کے انضمام کی مخالف یہ سیاسی جماعت صوبہ اور فاٹا سے اب تک کوئی ایک نشست بھی حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہوسکی۔ گزشتہ عام انتخابات میں پختونوا ملی عوامی پارٹی نے فاٹا کی قومی اسمبلی کی ۱۲ نشستوں میں سے صرف ایک نشست پر انتخابات لڑے جس نے صرف ۲۸۲ ووٹ حاصل کیے جبکہ خیبرپختونخوا میں اس کی ووٹوں کی کل تعداد محض ۶۸۵۹ رہی۔۲۲

مذکورہ آئینی ترمیم بلا شبہ دو سال پہلے منظور ہو جاتی اگر جمعیت علماء اسلام (ف) اور محمود خان اچکزئی کی سیاسی جماعت پختونخوا ملی عوامی پارٹی مخالفت نہ کرتی۔ یہ دونوں سیاسی جماعتیں چونکہ حکومتی اتحادی جماعتیں تھیں اسلیے مسلم لیگ (ن) ان کی رائے کو نظرانداز نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اسلیے سابق وزیراعظم میاں محمد نواز شریف نے غیر ملکی دورے کے دوران پارٹی کو فاٹا انضمام بل واپس لینے کی ہدایت کی تھی۔ تاہم تمام رکاوٹوں کے باوجود فاٹا اور ملک بھر کے عوام کا دباؤ اس قدر رہا کہ حکمران جماعت مسلم لیگ ہی نے فیصلہ کیا کہ جمعیت علماء اسلام (ف) اور پختونخوا ملی عوامی پارٹی کی حمایت کے بغیر فاٹا انضمام بل پارلیمنٹ سے منظور کروائیں۔۲۳ اسی طرح ۲۴ مئی ۲۰۱۸ء کو یہ آئینی مسودہ قومی اسمبلی سے جبکہ اگلے دن سینٹ سے منظور کروایا گیا۔۲۴ مذکورہ دونوں سیاسی جماعتیں یعنی جمعیت علماء اسلام (ف) اور پختونخوا ملی عوامی پارٹی جو کہ مسلم لیگ (ن) کے حمایتی تھیں دونوں نے حکمران جماعت کی جانب سے فاٹا انضمام بل کی منظوری کیلئے تمام اقدامات اٹھانے پر تحفظات کا اظہار کرتے ہوئے قومی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت نہیں کی۔۲۵ اور جب فاٹا

انضمام بل کو خیبر پختونخوا اسمبلی میں پیش کرنے کا وقت آیا تو مولانا فضل الرحمٰن کی جماعت اور محمود خان اچکزئی کے کچھ کارکنوں نے ۲۷ مئی کو اسمبلی اجلاس کے دوران باہر شدید توڑ پھوڑ کی جس کے جواب میں پولیس نے لاٹھی چارج اور شیلنگ کی جس سے کئی مظاہرین زخمی ہوئے جبکہ تقریباً ۳۰ مظاہرین کو گرفتار کر لیا گیا۔ تاہم صوبائی اسمبلی کے اس تاریخی اجلاس میں فاٹا انضمام بل کو ۷ کے مقابلے میں ۹۲ ووٹوں سے منظور کر لیا گیا۔**۲۶** جمعیت علماء اسلام (ف) کی بھرپور مخالفت اور مسلسل احتجاج کے باوجود خیبرپختونخوا اسمبلی نے فاٹا انضمام بل کی توثیق کر کے فاٹا انضمام کی قانونی ضرورت پوری کر کے ایک نئی تاریخ رقم کی۔**۲۷**

اس آئینی ترمیم کیساتھ قبائلی علاقہ جات یعنی فاٹا کو باقاعدہ طور پر صوبہ خیبرپختونخوا میں شامل کر دیا گیا۔ اس انضمام سے خیبرپختونخوا کے رقبہ اور آبادی میں بھی اضافہ ہوا۔ اس طرح صوبے کا رقبہ ۷۴۵۲۱ مربع کلومیٹر سے بڑھ کر ۱۰۱۷۴۱ مربع کلومیٹر ہو گیا۔**۲۸** قبائلی عوام اب باقی پاکستانیوں کی طرح کے شہری بن گئے ہیں۔ اب یہ لوگ بھی اپنے ووٹوں کے ذریعے اپنے لیے ایم پی ایز کا انتخاب کریں گے جو ان کی مرضی کا وزیراعلیٰ منتخب کریں گے نہ کہ ماضی کی طرح باہر سے آئے ہوئے گورنر ان کی قسمتوں کے فیصلے کریں گے۔ اسی طرح قبائلی عوام کے ایم این ایز اور سینٹرز نہ صرف دوسروں کیلئے قانون سازی کریں گے بلکہ اپنے علاقے سے متعلق بھی قانون سازی کر سکیں گے۔**۲۹**

موجودہ دور کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے فاٹا کو صوبہ خیبرپختونخوا میں ضم کر دیا گیا ہے تاہم اب اس فیصلے کو کامیابی سے ہمکنار کرانے کیلئے بڑے بڑے اقدامات کی ضرورت ہے۔ فاٹا کے انضمام کے بعد ان علاقوں میں ترقیاتی کاموں پر خصوصی توجہ دینے کی ضروری ہے۔ اور جو اہداف مقرر کیے گئے ہیں اس کو حاصل کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ ان پسماندہ علاقوں کو دوسرے علاقوں کے برابر لانے کے لیے شب و روز محنت کی ضرورت ہو گی اور تمام اداروں کو فعال بنانے کی بھی اشد ضرورت ہوگی۔ جس سے تعلیم، صحت اور مواصلات کے شعبوں میں جو کمی ہے اس کو پورا کیا جا سکے۔**۳۰** فاٹا کے انضمام کے ساتھ اب اگلے مرحلے میں اس وسیع جغرافیہ کے حامل علاقے میں نیا انتظامی سیٹ اپ

بنانا ہو گا۔ انتظامی ڈھانچہ اور بلدیاتی انتخابات کے ذریعے نچلی سطح پر قیادت کا آنا، بنیادی شہری مسائل کی نشاندہی اور ان کے حل کی راہ ہموار کرنا اہم عوامل ہیں جن کا بندوبست ابھی ہونا ہے۔ اس وقت ضرورت انتظام و انصرام کے ذمہ داروں کے درمیان قریبی رابطے اور موثر حکمت عملی کی ہے تا کہ تعمیر و ترقی کے منصوبے شروع ہوسکیں اور لوگوں کو بنیادی سہولیات میسر آ سکیں۔**۳۱** اگرچہ قبائلی علاقوں کا خیبر پختونخوا میں انضمام اور انہیں قومی دھارے میں شامل کرنے کا فیصلہ یقیناً بہت بڑا اقدام ہے تاہم عام شہری کیلئے یہ اسی صورت ثمر آور ہو سکتا ہے جب اسے عملی طور پر ریلیف ملے، یہ ریلیف ترقیاتی منصوبوں اور خصوصاً میونسپل سروسز سے جڑی ہوئی ہے، بنیادی شہری سہولیات کیلئے بلدیاتی اداروں کا انتظام عوامی قیادت کے پاس ہونا چاہیے، اس کے ساتھ ہی غربت اور بے روزگاری کے خاتمے کیلئے صنعتی و تجارتی سرگرمیاں ناگزیر ہیں، یہ اسی صورت ممکن ہے جب سرمایہ کاری کو تحفظ دیا جائے اور سرمایہ دار کو سرمایہ لگانے پر مراعات ملیں۔ اگر ہم یہ سب نہ کر پائے تو تحریری طور پر یعنی کاغذوں میں فاٹا کاخیبرپختونخوا میں انضمام اورمحض عہدے تبدیل کر دینے سے عام شہریوں کو کوئی فرق محسوس نہیں ہو گا۔ اس لیے مرکز اور صوبے کے ذمہ دار اداروں کے درمیان باہمی رابطہ یقینی بناتے ہوئے فاٹا اصلاحات سے جڑے امور کو بر وقت نمٹانے کی اشد ضرورت ہے۔**۳۲**

فاٹا کے انضمام کے بعد خیبر پختونخوا کا نقشہ

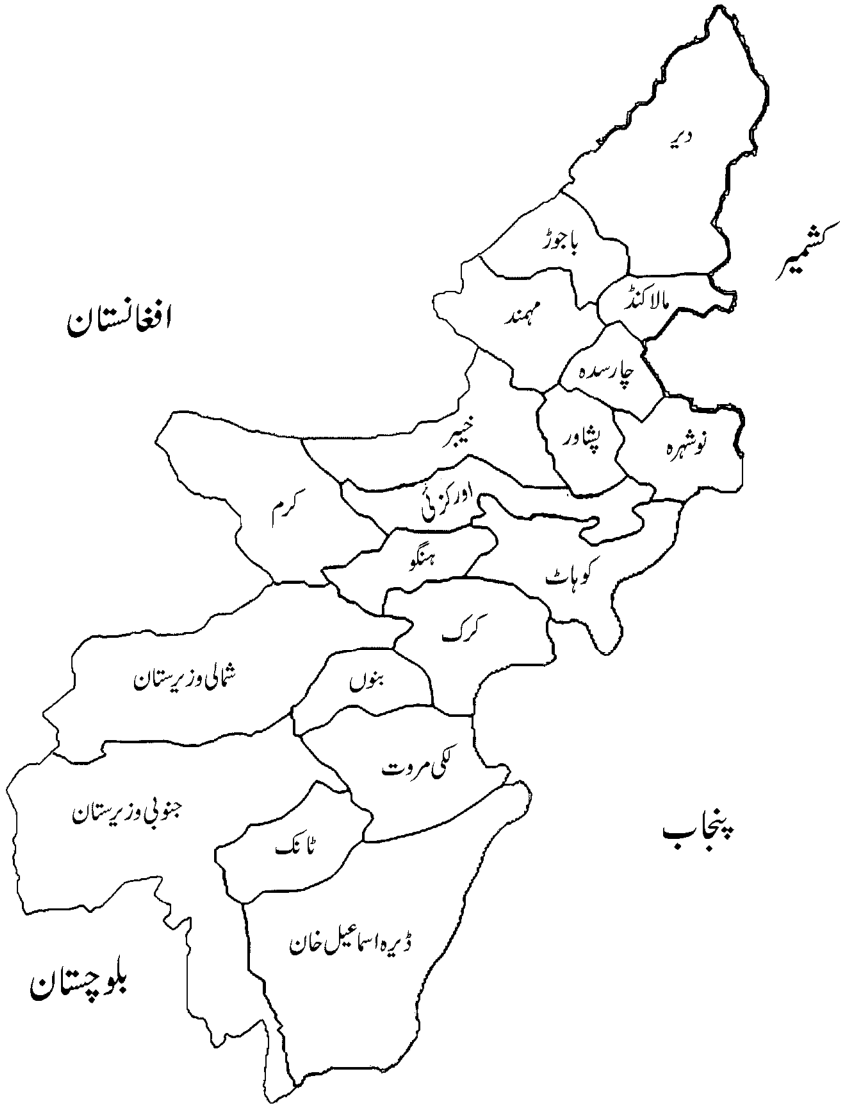

حوالہ جات

۱۔ روزنامہ آج، پشاور، ۲۵ مئی ۲۰۱۸ء، روزنامہ *مشرق*، پشاور، ۲۵ مئی ۲۰۱۸ء۔

۲۔ بشارت کھوکھر، ''ایک تاریخی دن''، روزنامہ آج، پشاور، ۲۶ مئی ۲۰۱۸ء۔

۳۔ ''وفاقی کابینہ کا بڑا فیصلہ''، روزنامہ آج، پشاور، ۲۴ مئی، ۲۰۱۸ء۔

۴۔ جمشید خٹک، ''فاٹا اور پاٹا کی نئی حیثیت''، روزنامہ *مشرق*، پشاور، ۳۱ مئی ۲۰۱۸ء۔

۵۔ جہاد آفریدی، ''الوداع ایف سی آر''، روزنامہ *مشرق*، پشاور، ۳۱ مئی ۲۰۱۸ء۔

۶۔ غلام قاسم مروت، عدنان فیصل و الطاف اللہ، ''وفاق کے زیر انتظام پاکستان کے قبائلی علاقہ جات: تاریخ کے آئینے میں''، *مجلہ تاریخ و ثقافت پاکستان*، اکتوبر ۲۰۱۴ء-مارچ ۲۰۱۵ء، ص ۱۷۔

۷۔ دوست محمد، ''فاٹا انضمام ایک تاریخی لمحہ''، روزنامہ *مشرق*، پشاور، ۲۹ مئی ۲۰۱۸ء و
جہاد آفریدی، ''الوداع ایف سی آر''، روزنامہ *مشرق*، پشاور، ۳ جون ۲۰۱۸ء۔

۸۔ جہاد آفریدی، ''الوداع ایف سی آر''، روزنامہ *مشرق*، پشاور، ۳ مئی ۲۰۱۸ء، فرنٹیئر کرائمز (امینڈمنٹ) ریگولیشن، ۲۰۱۱ء۔

۹۔ آصف نثار، ''فاٹا علاقہ غیر سے قومی دھارے تک''، روزنامہ آج، پشاور ۲۵ مئی ۲۰۱۸ء۔

۱۰۔ روزنامہ جنگ، راولپنڈی، ۲۵ مئی ۲۰۱۸ء، روزنامہ *مشرق*، پشاور، ۲۵ مئی ۲۰۱۸ء۔

۱۱۔ شریف شکیب، ''قبائلی عوام کو آزادی مبارک''، روزنامہ آج، پشاور، ۲۸ مئی ۲۰۱۸ء۔

۱۲۔ بشارت کھوکھر، ''ایک تاریخی دن''، روزنامہ آج، پشاور ۲۶ مئی ۲۰۱۸ء۔

۱۳۔ روزنامہ آج، پشاور، ۲۵ مئی ۲۰۱۸ء، شریف شکیب، ''قبائلی عوام کو آزادی مبارک''، روزنامہ آج، پشاور، ۲۸ مئی ۲۰۱۸ء۔

۱۴۔ آصف نثار، ''فاٹا انضمام کا فیصلہ کن مرحلہ''، روزنامہ آج، پشاور، ۲۷ مئی ۲۰۱۸ء۔

۱۵۔ ''قومی اتفاق رائے میں نفاق اور تشدد کا افسوسناک مظاہرہ''، روزنامہ *مشرق*، پشاور، ۲۹ مئی ۲۰۱۸ء۔

۱۶۔ آصف نثار، ''فاٹا علاقہ غیر سے قومی دھارے تک''، روزنامہ آج، پشاور ۲۵ مئی ۲۰۱۸ء۔

۱۷۔ مصدق گھمن، ''فاٹا انضمامی بل کی منظوری اور ہماری ذمہ داریاں''، روزنامہ *مشرق*، پشاور، ۲۸ مئی ۲۰۱۸ء۔

۱۸۔ ''خیبرپختونخوا کا انتظامی ڈھانچہ''، روزنامہ آج، پشاور ۲۹ مئی ۲۰۱۸ء۔

۱۹۔ عالمگیر آفریدی، ''فاٹا انضمام بل کی منظوری''، روزنامہ آج، پشاور ۲۹ مئی ۲۰۱۸ء۔

۲۰۔ جاوید عزیز خان، ''خیبرپختونخوا میں خوش آمدید''، روزنامہ آج، پشاور، ۳۱ مئی ۲۰۱۸ء۔

۲۱۔ افشاں ملک، ''فاٹا کا انضمام اور سیاسی مقاصد''، روزنامہ *مشرق*، پشاور ۲۳ مئی ۲۰۱۸ء۔

۲۲۔ آصف نثار، ''فاٹا علاقہ غیر سے قومی دھارے تک''، روزنامہ آج، پشاور ۲۵ مئی ۲۰۱۸ء۔

۲۳۔ ’’فاٹا انضمام کی توثیق‘‘، روزنامہ مشرق، پشاور، ۲۵ مئی ۲۰۱۸ء۔
۲۴۔ روزنامہ مشرق، پشاور، ۲۵ مئی ۲۰۱۸ء، روزنامہ آج، پشاور، ۲۵ مئی ۲۰۱۸ء۔
۲۵۔ مشتاق احمد شباب، ’’فاٹا انضمام اور سیاسی بھونچال‘‘، روزنامہ مشرق، پشاور، ۲۶ مئی ۲۰۱۸ء۔
۲۶۔ جاوید عزیز خان، ’’خیبرپختونخوا میں خوش آمدید‘‘، روزنامہ آج، پشاور، ۳۱ مئی ۲۰۱۸ء۔
۲۷۔ روزنامہ مشرق، پشاور، ۲۹ مئی ۲۰۱۸ء۔
۲۸۔ آصف نثار، ’’فاٹا انضمام کے بعد تیزی کی ضرورت‘‘، روزنامہ آج، پشاور، ۲۲ جون ۲۰۱۸ء۔ و عالمگیر آفریدی، ’’فاٹا انضمام بل کی منظوری‘‘، روزنامہ آج، پشاور، ۲۹ مئی ۲۰۱۸ء۔
۲۹۔ ضیاء الحق سرحدی، ’’فاٹا انضمام‘‘، روزنامہ آج، پشاور، ۹ جون ۲۰۱۸ء۔
۳۰۔ جمشید خٹک، ’’فاٹا اور پاٹا کی نئی حیثیت‘‘، روزنامہ مشرق، پشاور، ۳۱ مئی ۲۰۱۸ء۔
۳۱۔ ’’فاٹا انضمام، اگلے مراحل‘‘، روزنامہ آج، پشاور، ۳۰ مئی ۲۰۱۸ء۔
۳۲۔ ’’فاٹا اصلاحات، تبدیلی کا احساس‘‘، روزنامہ آج، پشاور، ۲۰ جون ۲۰۱۸ء۔